بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

جشن دارالعلوم ندوۃ العلماء (نومبر ۷۵ء) کے بعد ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے گذشتہ ماہ دسمبر کی ۲۵ تاریخ کو پہلی مرتبہ راقم الحروف بمعیت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی لکھنؤ گیا تو یہ دیکھکر بڑی مسرت ہوئی کہ ندوہ ہر شعبہ میں بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے، پہلے جو عمارتیں نامکمل تھیں اب وہ مکمل ہو گئی ہیں اور ساتھ ہی نئی عمارتیں بنی ہیں۔ جن میں ایک ہوسٹل اور مہمان خانہ کی توسیع شامل ہے۔ اساتذہ کے لئے مکانات اور ایک اور ہوسٹل زیر تعمیر ہیں۔ لائبریری کی عظیم الشان بلڈنگ کا کام شروع ہونے والا ہے۔ طلبا کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، اون کا نظام مطبخ اونچا ہوگیا ہے۔ اساتذہ اور کارکنوں کی تنخواہیں بڑھی ہیں، تجوید و حفظ قرآن کا مستقل شعبہ بڑے پیمانہ پر قائم ہوا ہے، تعلیمی اعتبار سے عرب ممالک میں خصوصاً اور دوسرے اسلامی اور غیر مسلم ممالک میں عموماً ندوہ کا وقار و اعتبار پہلے سے کہیں زیادہ ہوگیا ہے تصنیف و تالیف کا شعبہ بھی ترقی پذیر ہے۔ وہاں کی کتابوں اور مجلات و رسائل کی اشاعت دوچند بلکہ سہ چند ہوگئی ہے۔ ان سب چیزوں کا اندازہ سالانہ بجٹ کے دیکھنے اور مولانا ابوالحسن علی میاں ناظم ندوہ کی رپورٹ سننے سے ہوا، کسی تعلیمی درسگاہ کی ترقی کا دارومدار دو چیزوں پر ہوتا ہے [illegible] اور ساتھ ہی مخلص اور محنتی اساتذہ اور کارکن اور دوسرے سرمایہ اور خدا کے فضل وکرم سے اب ندوہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کی بھی کمی نہیں۔

یوں تو ہر ادارہ کی بقا اور اس کی ترقی کا دارومدار اس کے اعضاء ارکان کے

باہمی اشتراکِ عمل و تعاون اور ان کے حسن کارکردگی پر موقوف ہے لیکن پھر بھی ادارہ کو ایک قائد اور سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے جس کو اپنے رفقا کا اعتماد حاصل ہو اور جو ترقی کے وسائل فراہم کرنے پر اختیار و اقتدار رکھتا ہو۔ اس حیثیت سے جہاں تک ندوہ کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ندوہ کی ان ترقیات میں مولانا سید ابو الحسن علی میاں کی شخصیت اور ان کے اخلاص و عمل اور ان کی بے لوث زندگی کو بہت بڑا دخل ہے اور ان سب کارناموں کے اصل ہیرو وہی ہیں۔ ان کی ذات ایک نقطۂ اتصال ہے جس کی وجہ سے طلبا، اور اساتذہ میں اور پھر باہم اساتذہ میں بڑا ربط و ضبط اور حسنِ عمل کا جذبہ ہے۔ راقم الحروف کو بارہا ندوہ جانے کا اتفاق ہوا ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خود مولانا علی میاں نے طلبا کی طرف سے تقریر کی فرمائش نہ کی ہو۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا صبح کے وقت پہلی ملاقات میں ہی مولانا نے طلبا کو خطاب کرنے کی فرمائش کی اور میں نے حسبِ معمول اسے منظور کر لیا۔ مغرب کے بعد طلبا کی انجمن الاصلاح کے ماتحت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا، تمام ہال بھرا ہوا تھا۔ بڑی بات یہ ہے کہ جلسہ میں خود مولانا علی میاں اور ان کا اسٹاف اور اساتذہ شروع سے آخر تک تشریف فرما رہے اس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا کو اساتذہ کو طلبا کی دلجوئی اور ان کی تعلیمی تربیت و اصلاح کا خیال کس درجہ رہتا ہے تلاوت قرآن مجید کے بعد میری تقریر ہوئی۔ جس کا موضوع "مدارس عربیہ کا مقصد و منہاج تھا۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے اپنے انداز میں صدارتی تقریر کی، جلسہ ختم ہوا تو مولانا علی میاں، مولانا سید منت اللہ رحمانی اور دوسرے حضرات نے تقریر کی داد دی اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جلسہ میں طلبا کا نظم و نسق قابل دید تھا۔ جلسہ کے علاوہ یوں بھی طلبا ملاقات کے لئے صبح و شام آتے رہے۔ ان کا علمی و ادبی ذوق اور حسن سلیقہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

نہایت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہے کہ ابھی پچھلے دنوں ہمارے ملک میں انگریزی میں دو کتابیں شائع ہوئی ہیں جن میں گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد